نیو ایرا میگزین
New Era Magazine
کسب حیات
از ضوء ساطع
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناول۔کسبِ حیات

از۔ضوء ساطع

قسط نمبر:8 تلاش

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر

مل جائے تجھکو دریا تو سمندر تلاش کر

ہر شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پتھر کی چوٹ سے

پتھر ہی ٹوٹ جائے وہ شیشہ تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں

دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

ایمان تیرا لُٹ گیا رہزن کے ہاتھوں سے

ایماں تیرا بچالے وہ رہبر تلاش کر

ہر شخص جل رہا ہے عداوت کی آگ میں

اس آگ کو بجھا دے وہ پانی تلاش کر

کرے سوار اونٹ پہ اپنے غلام کو

پیدل ہی خود چلے جو وہ آقا تلاش کر۔

(علامہ اقبال)

""""""""""""""""""""""

وہ فیض سے ملنے کے بعد رات کے سیاہی میں آج ایک بار پھر نیم اندھیرے کمرے میں کرسی پر جھولتا سگریٹ کے کش پھرتا شاطر سوچوں کو سوار کیے ہوئے تھا "علی صاحب، فیض اور ریاض جو اس کی راہ کی رکاوٹ بنے ہوئے تھے آخر ان کو کیسے ہٹائے ! سوچوں نے ایک نئے دروازے کی طرف دکھیلا، کیوں نہ میں جڑ سے اکھاڑ پھینکوں. تبھی نیم اندھیرے میں اسے سرگوشی سنائی دی "فیاضی". اس نے گردن موڑ کر بائیں طرف دیکھا، کچھ فاصلے پر ایک ہم ذات بلکل اس کے جیسی شکل و صورت اور سفید ہی قمیض شلوار میں تھا. اس نے جلدی سے نگاہیں اپنے کپڑوں پر ڈالیں ویسے ہی سفید سوٹ خود کو پہنے پایا. اس نے پھر آواز سنی "میرے پاس ہے تمہاری پریشانی کا حال؟ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ وہ اسے ہی کہہ رہا تھا"....

اس نے بے تابی سے پوچھا "کیا"؟

"وہی جو تم سوچ رہے ہو برباد کر دو! جب کوئی بیماری جسم کے دوسرے اعضاء میں پھیلنے لگے تو اس سے پہلے بیماری کی جاڑ کاٹ دو" ویسی ہی تردستی مسکراہٹ تھی.

اب کی بار اسے دائیں جانب سے آواز سنائی دی "فیاضی تم اس کی باتوں پر دھیان نہ دو,
اگر ایک بار اس دلدل میں گر گئے تو دوبارہ چاہ کر بھی نکل نہیں سکو گے "التجاانداز
تھا....

اس نے گردن دائیں جانب مڑی ویسا ہی ہم ذات سفید قمیض شلوار میں کھڑا اسے کہہ
رہا تھا.اس کے چہرے پر پریشانی تھی....

"فیاضی تم اس کی باتوں پر دھیان نہ دو,اگر ایک بار اس دلدل میں گر گئے تو دوبارہ چاہ
کر بھی نکل نہیں سکو گے "اس پر نفی کرتا وجود بے چینی اور کانپتے لبوں سے وہی الفاظ
دہراتا ایک ننھی سی امید لیے ہوئے تھا....

اس نے چند سیکنڈ میں دو سے تین بار دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں سر ہلایا لیکن وہ
دونوں ہم ذات اپنی اچھائی کی کرن تھامے اور برائی کا غبار اڑتے اپنے راستوں کی اور
لے جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ویسے ہی بیٹھا تھا سوچوں میں گم اپنے راستے
کی تلاش میں تبھی ایک بار پھر بائیں ہاتھ پر کھڑے ہم ذات ورن کرتے لہجے اور
کندھے اچکاتے ہوئے بولا "جو راہ میں دیکھا رہا ہوں بہت ہی آسان ہی اور تم جیسے کے

لیے لمحوں کا کھیل ہے. ویسے بھی ہر چیز سے بڑھ کر پیسہ اور مرتبہ ہی ہوتا ہے"....

دوسری طرف سے ایک بار پھر نفی کرتی التجائی آواز نے برائی کو دبانے کی کوشش کی" نہیں فیاضی! اس کو نہ سنو, جو راستہ میں تمہیں دیکھا رہا ہوں وہ اچھائی کا ہے, امید کا ہے, امن کا ہے, ہاں میں مانتا ہوں اس پر پہلا قدم اٹھانا نہایت مشکل ہوگا لیکن تم نے ایک بار قدم اٹھا لیا تو تمہاری یہ تلاشی ہوئی اچھائی تمہارے ہر قدم کو آسان بنا دے گئی لیکن اپنے اوپر ظلم نہ کرو".....

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہستہ آہستہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں اچھائی کی آواز برائی پر اور برائی کی آواز اچھائی پر....اس کا اپنے دائیں اور بائیں کانوں سے داخل ہوتی آواز سے سر چکرانے لگا تھا. ایک دم دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے چیختا تھا"بببببسسس, میں نے نہیں سننی کسی کی آواز اب بس ہو گیا"....

اس کی چیخ سناٹے میں ایک دم گونجی تھی....

دروازہ پر دستک دے کر اسے کا وفادار چیلا اندر آیا تھا اور ادب سے سر جھکائے پوچھا "سر آپ ٹھیک تو ہیں نا" اُس کے لہجے میں ایک تشویش سی تھی....

اس نے چونک کر کچھ کہنے کے بجائے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ دوبارہ ارد گرد کا جائزہ لیتی نگاہوں سے باہر چلے گیا....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب وہ دوبارہ کمرے اکیلا رہ گیا تھا اس نے چہرے پر آئے پسینے کو لرزتے ہاتھ سے صاف کیا اور چہرا گھما کر پہلے دائیں دیکھا جہاں اب اچھائی کی امنگ کا پیغام لیے ہم ذات نہ تھا پھر گردن گھما کر بائیں جانب نگاہ ڈالی جہاں اب برائی کا سوء کہیں کمرے کے ماحول منتشر ہو گیا تھا لیکن ابھی بھی وہی آوازیں اس کے گرد گونج رہی تھیں۔ کچھ لمحوں کی تکرار کے بعد آخر اس کی تلاش ختم ہو گئی اس نے راستہ چن لیا تھا اور بلند سی

آواز لگائی....

وہی کچھ دیر قبل والا نوجوان اس کا وفادار ایک دم بوتل کے جن کی طرح ادب سے ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا تھا....

اس نے مدھم مسکراہٹ سے حکم جاری کیا "ختم کر ڈالو اس بیماری کی جڑ کو ایک دم جڑ سے اکھاڑ پھینکو" وہ ادب سے سر ہلاتا سر کو چند سیکنڈ کے اپنے سامنے بیٹھے نیم اندھیرے کا حصے بنے سفاک مالک کو دیکھتا باہر نکل گیا....

وہ سفاکی اور شیطانی سے کھکا لگا کر زور سے ہنسا تھا. اس کے کھکا کی گونج دیواروں سے ٹکرائی تھی لیکن نہیں ساتھ کسی اور کا کھکا بھی دیواروں نے سنا تھا. ہاں! اس سے کچھ دور فاصلے پر برائی کا غبار اڑتا ہم ذات اچھائی کی امنگ لیے ہم ذات پر ہنسا تھا. اب اس کے اندھیری راہ چن لینے اور اس پر چلنے کی بعد اچھائی ختم ہونے کو تھی اور اپنے اندر

ایک فرعونِ داستان لیے....

ہاں! کون جانے یہ بدی کی راہ چننا اور پہلا قدم اٹھالینا جس قدر آسان ہے....

کون جانے اچھائی کی راہ چننا اور پہلا قدم اٹھالینا جس قدر مشکل ہے....

لیکن کون جانے....

ہاں! کون جانے برائی پر پہلا قدم اٹھانے کے بعد ہر قدم پر تنگی ہی تنگی ہو....

کون جانے اچھائی پر پہلا قدم رکھنے کے بعد صرف آسانی ہی آسانی ہو....

لیکن کون جانے....

ہاں! کون جانے برائی کے طوفان میں اپنے بھی آئیں زد میں ہمیشہ....

کون جانے اچھائی کی جنگ میں فتح ہی نصیب ہو اور اپنے رہیں روشن ہمیشہ....

لیکن کون جانے....

''''''''''''''''''''''''''''''''''''

وہ لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین پر کھلی میل کو اسکرول کرتا کسی نکتے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا وہی معمول کے مطابق مصروف سا انداز تھا۔عقاب سی آنکھیں بے تاثر سی تھیں۔تبھی مدھم سے دروازہ بجا اور ساتھ اس کا وفادار اندر آیا۔سیاہ و سفید یونی فارم میں وہ پیچھے کی اور ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا''جی سر!آپ نے بلایا؟''ضاد نے سر اٹھانا کی بھی کوشش نہیں بس''ہوں''کیا لیکن کام بتانے سے پہلے لیپ ٹاپ کا رخ اس کی طرف موڑ کر میز پر تھوڑے آگے کر دیا۔سامنے کھڑے شخص کی نگاہ روشن پر پڑی تو

Letter of intent to hire contractor MZ

(لیٹر اوف انٹینٹ ٹو ہایر داکنٹریکٹر ایم زی)

رف سے الفاظ میں لکھا ہوتا.اس کی گلے میں گلٹی ابھر کے ڈوبی تھی وہ اپنے بوس کو
بہت اچھے سے جانتا تھا وہ غلط کام پر نہ ہی غصہ کرتا اور نہ ہی چیختا چلاتا,بس ہر تاثر سے
پاک صرف منجمند کر جانے والے انداز میں زیر کرنے کا قائل تھا.

"اس پرپوزل کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"شاداب آرام سے پیچھے کو ہو کر
بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا.

"سرووووہ؟"اس سرد موسم میں بھی شیر و کے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے جمع
ہو گئے تھے...

"وہ کیا شیر و؟"وہی ازلی خشک انداز...

"سر میرے خیال سے یہ بہترین ہے"

"بہترین کیوں ہے؟"عادتاً پاس پڑے پین ہولڈر سے ایک قلم نکالا....

"کیونکہ کے سر کوئی بھی کونٹریکٹر (contractor)ملک کی بہترین کمپنی اور بہترین پیکج کو انکار نہیں کرنا چاہے گا"ضاد کے غیر مناسب سوال و جواب پر وہ انداز لگانے سے قاصر تھا.

"ہمم!! تمہارا کیا خیال ہے, ہماری کمپنی کو اس سے فائدہ ہو گا یا نقصان؟"وہ ضاد فیاضی ہی کیا! جو غصے کی لہروں کو قابو نہ کر سکے.

"سر یقیناً فائدہ ہی ہونا چاہیے"....

"فائدہ کے لیے کون سی چیزیں اس لیٹر اوف انٹینٹ(letter of intent)
میں ہونی چاہئیں؟"

".1The compensation you offer to the contractor.

2.The specifics of the work the contractor will perform .

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

3.The start and end dates of the work.

4.The working conditions involved with the project.

5.Who is in charge of the work site.

6.The number of employees involved.

7.The access required for the job.

NEW ERA MAGAZINE .com

8.The times of day the contractor will work.

9.Any insurance or performance bonds required for the work."

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا چوتھے اور آخر نقات کی اس میں وضاحت کی گئی ہے؟" قلم کو

میز پر رکھتے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا اپنا رخ پچھلی طرف دیوار پر لٹکتی ہارپی ایگل کی تصور کی طرف کر لیا.اب اس کی آنکھیں تصویر پر نقش عقاب کی آنکھوں پر تھی اور دونوں بیک وقت میں یک جا لگ رہی تھیں.

"سوری سر" نیم شرمندہ آواز میں بولا....

"تمہاری معافی سی میرے وقت کا مداوا نہیں کیا جا سکتا لیکن آئندہ کے لیے یہ کہ جس کسی نے بھی یہ لیٹر لکھا ہے وہ دوبارہ نظر نہ آئے ورنہ اس کے ساتھ تم بھی جاؤ گئے"....

"یس سر اور آپ نے بلایا تھا؟"اس کی پشت کو دیکھتے شیر و نے کہا....

وہ نیم ترچھا ہوا اور میز کے دراز میں سے وہی انگوٹھی نکال کر میز پر لیپ ٹاپ کے پاس

رکھی" دوبارہ رخ مڑ لیا....

شیرو میز سے انگوٹھی اٹھاتا باہر نکل گیا تھا وہ سمجھ گیا تھا اسے کیا کرنا....

ضاد دروازہ بند ہونے کے بعد بھی ویسے ہی تصویر کو دیکھ رہا تھا.

NEW ERA MAGAZINE .com

بہت دور قسمت اسے دیکھتے بس یہ کہہ سکی, دو شاطر آنکھوں والے عقاب ایک کھڑا اور دوسرا تصویر میں ابھرتا. دونوں ہی بالمواجہ صیاد....

''

فیض جو تھانے سے نکلا تھا اب گھر کی اور رواں دواں تھا. گاڑی چلاتا شہر کی بھیڑ سے گزر

رہا تھا۔ ہر طرف ایک شور سہ برپا تھا جیسے شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ ارد گرد پھیلے لوگ اپنا کام ختم کرتے گھروں کو جانے کی جلدی میں تھے۔ اسی طرح خرید وفروخت بھی اپنے عروج پر تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر ایک جگہ گاڑی کھڑی کی اور لوک کرتا باہر نکلا تو گاڑی کے اوپر جلتی نیلے اور سرخ لائٹ بند ہو گئی ساتھ سائرن کی آواز بھی آنا بند ہو گئی تھی۔ وہ کچھ سوچ کر ایک دکان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ دکاندار سے چند اشیاء خرید تا اور پیسے ادا کرتا واپس گاڑی میں آ بیٹھا۔ ہاتھ میں پکڑیں چیزیں پچھلی سیٹ پر رکھی اور گاڑی اسٹاٹ کرتا ویسے ہی شہر کی بھیڑ سے گزرتا، دور ہوتا چلا گیا۔ آج صبح سے اس کے چہرے پر ایک اطمینان اور خوشی سی تھی کیونکہ وہ اپنی بہن کے گھر آنے پر بے حد خوش تھا۔ وہ بہت مہینوں بعد آ رہی تھی۔ اس نے آج ہر چیز اس کی پسند کی لی تھی ساتھ میر، فاطمہ اور امی، ابو کے لیے بہت سی چیزیں خریدی تھیں لیکن کون جانے اگلے چند لمحے میں اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا جانے والا تھا لیکن کون جانے....

ایسے ہی سفر چل رہا تھا۔ وہ مناسب رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مدھم لیکن خوبصورت مسکراہٹ تھی تبھی اچانک روڈ کے سائیڈ سے آتا ایک تیز رفتار ٹرک

اس کی گاڑی سے ٹکرایا تھا ایک دم دھماکا سہ ہوا تھا اور وہ سنبھل بھی نہ سکا تھا اپنی جگہ
سے آدھا باہر کی اور لڑک گیا. اسے اپنے پورے جسم میں ایک عجیب سی سنسناہٹ
دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی, آنکھوں کے آگے یک دم اندھیرا چھانے لگا سر چکراتا ہوا
محسوس ہو رہا تھا. اس نے بامشکل آنکھیں کھول کر اپنے گرد دیکھنا چاہا لیکن سنسان
سڑک کے وسط اور نیم اندھیرے میں نہ کوئی بندہ تھا اور نہ بندے کی ذات نظر آئی.
ارد گرد کی ہر چیز دھمکے کی لپیٹ میں آگئی تھی. مضبوط اعصاب رکھنے کے باوجود بھی
اسے اس اندھیرے میں بے چینی اور گھبراہٹ بڑھتے محسوس ہو رہی تھی اس کے گرد
اس کا بچپن گھوم رہا تھا: وہ اور علی صاحب مسجد سے نکلے ننھی فیض کا ہاتھ تھامے کچھ
سمجھا رہے تھے, پھر یکدم منظر بدلا وہ ایمان کو تنگ کرتا آگے آگے دوڑ رہا تھا اور ایمان
اس کے پیچھے بھاگی بھاگی آ رہی تھی. ایک بار پھر منظر بدلا تھا وہ اور فاطمہ چائے کے کپ
تھامے باتیں کے کر رہے تھے میر بھاگتا ہوا اس کی گود میں آ بیٹھا تھا تبھی منظر یک دم
تبدیل ہوا وہ اپنی امی کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا اور وہ شفقت سے دعائیں دے رہیں
تھیں. سیکنڈ کے کھیل لمحہ بالمحہ بدل رہے تھے. یادیں فلم کی طرح چل رہی تھیں.
کہیں دور سے اسے آوازیں لگائی جا رہی تھیں فیض, فیض, بھائی, میرا بیٹا, پیارا بیٹا, بابا,
میرے سالے لیکن ایک دم ایک معصوم سہ چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا لیکن اس

کے اوصاف شل ہوتے ہوتے ایک دم اندھیرے کی لپیٹ میں آگئے اور وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہوش کی دنیا سے بے گانا ہوتا چلا گیا تھا.اپنوں سے دور ایک نئے سفر کی اور چل دیا نئے راستوں کو تلاشنے...

نشانِ مردمؤمن باتو گویم

چو مرگ آید تبسّم برلب اوست!

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''''''''''''''''''''''''''''''''

ڈھلتے دن کے ساتھ کراچی کے روڈ شاہراہ فیصل پر معمول کے مطابق رش تھا ہر کوئی دھواں چھوڑتی گاڑیوں کے پہیوں کی طرح اپنے زندگیوں کے گرد گھمتا اپنی زندگی کی گاڑی کو چلانے یا دوڑانے کے جتن کر رہا تھا.روڈ کے اطراف میں کئی چمکتی عمارتیں تھیں.ان میں ایف ٹی سی(FTC) کی شیشے کی چمکتی بلڈ نگ دور سے ہی نظر آرہی تھی.عمارت کے پارکنگ ایریا میں داخل ہو تو ہر طرف نظر آتے مصروف سے لوگ

تھے۔ وہاں سے نظریں اٹھا کر بلڈنگ کے سائیڈ پر دیکھیں تو اعتماد (Eitmaad) کے آفس کا بوڈ دیکھائی دے رہا تھا۔ شیشے کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی ایک طرف چند کرسیوں پر بیٹھے لوگ تھے۔ ان سے بلکل پیچھے کرسیوں سے کچھ فاصلے پر مسنوئی سی آبشار تھی جس میں سے پانی بہہ رہا تھا اور اس کے نیچے کئی پتھر پڑے تھے وہاں سے نگاہیں کے بلکل سامنے کی اور دیکھیں تو ایک طرف کاؤنٹر تھا جہاں کئی لوگ ہاتھوں میں کاغذ لیے کھڑے تھے۔ دوسری طرف اوپر کو جاتی سیڑھیوں سے بلائی منزل پر آؤ تو ایک طرف کئی کاؤنٹر تھے اور بلکل سامنے ویٹنگ روم تھا۔ اندر داخل ہوتے بھورے لکڑی کا فرش تھا۔ خوبصورت سے صوفے پڑے تھے۔ دیوارے ہلکے بھورے رنگ میں نہائی تھیں۔ صوفوں پر کئی خواتین بیٹھی اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان میں وہ دونوں بھی بیٹھی کبھی ایک دوسرے کو دیکھ لیتی کبھی فون پر مصروف ہو جاتی اپنی باری کے انتظار میں لیکن جو شاید آنا بھول گئی تھی۔ ان کے پیچھے دیوار پر لٹکتی گھڑی ایک تیس کا وقت بتا رہی تھی۔ تبھی زبور نے بیزاری سے اس کا بازو ہلایا "یار بیا! میرے سے اب اور نہیں بیٹھا جا رہا، میں ان سے پوچھ کر آتی ہوں" اٹھا کر بغیر اس کا جواب سنے یہ جا وہ جا....

وہ سر جھٹکتی دوبارہ فون پر مصروف ہوگئی. پانچ منٹ بعد زبور واپس آئی اور مسکراتے ہوئے بولی "چلو بیا یار"....

وہ بھی آخر اٹھ کر اس کے ساتھ چل دی تھی.

وہ دونوں باہر آئیں تو ان کے ساتھ زریاب, ریان اور ہارون صاحب بھی چلے آئے تھے. پندرہ سے دس منٹ بعد وہ وہاں سے نکلتے زینے اترتے نیچے آگئے تھے اور آدھے گھنٹے بعد وہ سب اپنے گاڑی میں سوار رواں دواں تھے. ڈرئیوار گاڑی چلا رہا تھا. ہارون صاحب ساتھ بیٹھے ہوئے تھے. پیچھلی سیٹ پر ریان اور زریاب بیٹھے تھے اور ان سے پیچھے وہ دونوں بیٹھی تھیں. زبور نے اپنے آگئے بیٹھے زریاب کو پن ماری. اس نے غصے سے گردن مڑ کر پیچھے دیکھا "کیا ہے؟" اس کی آواز پر زرہ اور ریان نے بھی نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھا.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ مجھے بھوک لگی ہے "مسکین سے منہ بنایا....

"تم یہ بات پہلے ہی منہ سے کرلیتی پن ضرور مارنی تھی "وہ ابھی اپنی گردن پر ہاتھ رکھی غصے سے بولا تھا....

زرہ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملی "بھوک تو مجھے بھی لگی ہے "....

"ابھی میڈیکل سینٹر پر رکیں گے نا تو میں آپ دونوں کو کھانے کے لیے کچھ لا دوں "

اب کی بار اس کا لہجہ نرم تھا....

زبور نے پر سوچ نظروں سے ریان کو دیکھا اور بولی "لگ رہا ہے. ریان بھائی آپ دونوں نے کچھ تو کھایا ہے؟"وہی تفتیشی انداز....

زریاب نفی میں سر ہلانے لگا لیکن ریان نے چسکے لیتے بتایا "ہاں جی بہنا! ہم نے کینٹین سے بریانی لے کر کھائی تھی, لیکن بس ٹھیک ہی تھی"....

اب کی باران دونوں نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا "یہ نہیں ہوا بہنوں کے لیے لے لیں" زبور کا بس نہیں چل رہا تھا ان کے پیٹ سے نکال لے....

زریاب نے افسوس سے ریان کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "اور بتاؤان کو" اور پھر زبور کو ٹالنے والے انداز میں جواب دیا "ہم لے بھی آتے تو تم نے تب بھی ہمیں باتیں ہی سنانی تھیں. یہ ٹھنڈی ہے, پھیکی ہے, وغیرہ وغیرہ اس لیے نہیں لے آئے, آ گئے سے لے دیں"....

زبور نے منہ بنایا "ہاں! ہم لے لیں کچھ" دوبارہ اپنے فون میں مصروف ہو گئی....

وہ بھی چپ چاپ آ گئے منہ کیے ریان سے باتیں کرنے لگا....

تقریباً آدھے گھنٹے بعد آخران کی گاڑی سفید تین منزلہ عمارت کے پاس رکی. وہ سب اتر کر اندر کی طرف آئے لفٹ سے دوسری منزل پر آئیں تو وہ دونوں ویٹنگ ایرا کی طرف آ گئیں یہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا اکا دکا عورتیں وہ بھی کچھ دیر بیٹھنے کے بعد چلیں گئیں تھیں اب دو خوبصورت سی لڑکیں آئیں تھیں اور ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئیں کچھ دیر گزری تو ایک لڑکی نے ان سے پوچھا تو اس نے جواباً بتایا کہ وہ اپنے چاچو کے پاس جا رہے ہیں اور آپ؟

وہ لڑکی مسکراتے ہوئے بتانے لگی "میں تو کہیں نہیں جا رہی ہوں یہ میری بہن اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہیں" اس نے سر ہلایا....

ایسے ہی چند ایک سوال کے بعد اس لڑکی نے زبور کی فراک دیکھتے حیرات سے پوچھا "یہ تو بہت پیاری فراک ہے اور میں نے اون لائن کسی برینڈ کی شاپ پر دیکھی تھی. آپ نے کہاں سے لی؟"

"ہم نے ہمارے شہر سے ہی لی" زرہ نے عام سے انداز میں نرم سی مسکراہٹ سے جواب دیا....

"واقعی! حیدر آباد میں برینڈ کی شاپ ہیں؟"اس کے لہجے میں تجسّس تھا....

اس نے سر ہلایا" بلکل ہیں. ہمارا شہر چاہے کراچی کی طرح بہت بڑا نہیں ہے, بہت زیادہ مالز نہیں ہیں لیکن ہمارے شہر میں ضرورت کی ہر وہ چیز موجود ہے, جو ہونی چاہیے. ہمارے شہر میں بہت سکون بھی ہے. لوگ اپنے سے ہیں"اس کے جواب پر زبور مسکرائی تھی.....

"واہ! پھر تو ہمیں بھی ضرور آپ کا شہر دیکھنا چاہیے"لڑکی کے لہجے میں جوش تھا....

"ضرور کیونکہ نہیں! بلکہ یہ میری بہن کا نمبر رکھ لیں جب بھی آئیں ہمارے پاس ضرور آیئے گا" زبور نے بڑی مہمان نوازی سے انہیں دعوت دی تھی اور آخر میں فون نمبر دیتے ساتھ بتایا" ہمارے شہر سے بہت خوبصورت سی چوڑیاں بھی ملتی ہیں نام والی"....

وہ دونوں لڑکیاں مسکراتے ہوئے بولیں "کیوں نہیں"....

زرہ کی توجا کہیں دور گئی....کچھ یاد آیا....چند کالی چوڑیاں.... کہیں دور پس منظر میں کھنکی تھیں....

ایسے ہی وہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں زبور کے فون پر زریاب کا میسج آیا تھا تو اس زرہ کو ہلکے سے ہلایا اور بتایا" وہ ان کو بلا رہے ہیں" ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی....

وہ بھی زبور کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں لڑکیوں سے ملتی باہر نکل آئیں اور ایک راہداری سے ہوتے کاؤنٹر تک آئیں تو سامنے وہ تینوں کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے. وہ ان تک آئیں تو ہارون صاحب نے انہیں سائین کرنے کا کہا. اسی طرح پانچ منٹ تک کام مکمل کر کے ایک بار پھر وہ لوگ گاڑی میں رواں دواں تھے. تبھی ہارون صاحب نے نرمی سے کہا "میری ایک میٹنگ ہے. میں وہاں سے تقریباً چھے بجے تک فری ہو گا. پھر ہم واپس چلیں گے. آپ کی ماما انتظار کر رہی ہوں گئیں. تب تک میں آپ دونوں کو مال میں اتار دیتا ہوں کچھ کھالو اور شاپنگ کر لو اور آپ دونوں زریاب, ریان میرے ساتھ میٹنگ میں جاؤ گئے ٹھیک ہے؟"....

ریان اور زریاب نے باری باری مدھم پر نیم بجھے انداز میں جواب دیا "اوکے بابا, اوکے چاچو"....

زرہ نے کہا "بابا آپ ہمیں صائمہ مال اتار دیں. ہم وہاں سے ساری شاپنگ کر لیں گے اور کچھ کھا بھی لیں گے"....

انہوں نے سر ہلا کے ڈرئیوار کو چلنے کا کہا....

کوئی تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں صائمہ مال میں تھیں, لیکن زرہ نے اترنے سے پہلے ان دونوں کو تاکید کی تھی کہ باباور ڈرئیوار انکل کو کچھ کھلادیں یاد سے. جواباً ان دونوں نے بڑی فرمانبرداری سے سر ہلایا تھا....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان دونوں پہلے اپنا پیٹ بھرا. اب دکان پر جا کر چیزوں کے دام پوچھتی اور تھوڑی دیر بحث ومباحثے کے بعد کچھ لیے بغیر منہ بناتی باہر نکل آتی. وہ ایک دکان میں رکی تھی اور اسے ایک ہینڈ بیگ پسند آیا تھا لیکن پیسے دیکھ کر پہلے منہ بنایا لیکن پھر کڑوا گھونٹ کرتے آخر لے لیا. وہ دونوں اب سیکنڈ فلور پر آئیں تھیں. زبور تیز تیز چلتی آگے نکل گئی تھی. زرہ کے قدم ایک اسٹال کے سامنے سے گزرتے خود باخود رکے تھے اور وہ اب اسٹال والے لڑکے سے قیمت پوچھ رہی تھی ساتھ کئی ایک انگوٹھیاں پہن پہن کر دیکھ رہی

تھی. زبور نے اسے اپنے پیچھے آتا نہ پا کر مڑی تھی اور اسے تلاش کرتی اسٹول تک چلی آئی "بیا یار آپ یہاں کھڑی ہیں, میں آپ کو تلاشتی کرتی کتنی آگے جا کر واپس آئی ہوں".....

"مجھے لگا تھا تم نے دیکھ لیا ہو گا آہ! سوری" وہ ویسے ہی ایک انگھوٹی پہنتی اس کو اترا کر دوسری پہن کر چیک کر رہی تھی. پسند نہ آنے پر گندا منہ بناتی جواب دینے لگی....

زبور منہ میں بڑبڑائی "بھائی دکاندار ہو جاؤ تم تو خوش. ویسی میری بہن ہے, وہ بھی یہاں سے ملنے نہیں والی"....

"تم نے کچھ کہا کیا؟" اس نے زبور سے پوچھا اور ہاتھ میں پہنی انگوٹھی اتارنے کی کوشش کی لیکن وہ تو جیسے پھنس ہی گئی تھی.

اس کو زور لگاتا دیکھ اسٹال والے لڑکے نے کہا" باجی دیں میں اتار دیتا ہوں. انگوٹھی خراب نہ ہو جائے"....

اس نے غصے سے جواب دیا" باجی کے بھائی میں خود اتار لوں گئی" ساتھ پرس سے لوشن نکال کر انگلی پر لگایا. چند سیکنڈ میں انگوٹھی اتر گئی. اس نے پھٹکنے کے انداز میں رکھی. غصے سے دکان دار کو دیکھا. پیر پھٹکتے چلے گئی. اس کے پیچھے لپکتے زبور نے دل ہی دل میں شکر کیا, چاہے اس انگوٹھی کی وجہ سے ہی لیکن شکر تھا کہ وہ وہاں سے نکل آئی تھی. ورنہ آدھا گھنٹہ یہیں لگ جانا تھا. اب دونوں دوسری دکان میں کپڑے دیکھ رہی تھیں. کچھ دیر اور شاپنگ کرنے کے بعد وہ وہاں سے نکلتی باہر روڈ پر آ گئیں اور قدم ملینیم کی طرف بڑھا دیے لیکن زبور اس سے آگے چلتی ایک ٹھیلے والے کے سامنے جا رکی. بوڑھے آدمی سے مکئی کے دانے خریدنے لگے. زرہ نے بھی آواز لگا کر اپنے لیے خریدنے کا کہا اور موبائل پر نمبر ڈائل کرتی چلنے لگی. تبھی اس کے پاس سے ایک خواجہ سرا گزرا تو وہ کئی عورتوں سے پیسے لینے کے چکر میں غیر اخلاقی طور پر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا کمر تک لے جاتا تھا. اس نے فون کو ویسے ہی کان سے لگے ترچھا ہو کر اس

کے پاس سے بجتی نکل گئی لیکن زرہ نے اپنے پیچھے سے اس کی آواز سنی "ویسے تو بڑی حیادار بنتی ہو لیکن جب دکانداروں سے ہاتھوں میں چوڑیاں اور پاؤں میں جوتے پہنتی ہو تو تب تمہاری حیا کہاں جاتی ہے"....

زرہ کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا.اس کے گال سرخ ہو گئے تھے.اس کے ماتھے پر لکیریں کھینچ گئیں.بس وہ مڑ کر اسے کوئی جواب دیتی لیکن زبور نے اس کے پاس آتے عام سے تاثرات میں سوال کیا تھا"بیا!یہ خواجہ سرا کیا کہہ رہا تھا؟"ساتھ ایک کون کے انداز میں بند بھونے ہوئے مکئی کے دانے اسے پکڑے تھے اور اس نے ایک ہاتھ سے پکڑتے دوسرے ہاتھ سے فون بند کیا اپنے پرس میں رکھا تھا اور چلنے لگی"وہی جو ہمارے معاشرے میں زیادہ طرح فقراء دعاؤائیں دینے اور پیسے لینے کی آڑ میں غیر اخلاقی طور پر جسمانی عضوء کو چھونے کی کوشش کرتے ہیں"چند دانے منہ میں ڈالے"میں نے تو بس اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی اور وہ تو میرے کردار پر ہی سنانے لگا لیکن خیر چھوڑوان جیسوں کے لیے تو میرے پاس اتنا سا بھی فارغ وقت نہیں ہے"

کہیں دور پس منظر میں واصف علی واصف کا قول گونجا تھا: بڑی منزل کے مسافر چھوٹے جھگڑوں میں نہیں پڑا کرتے....

اب وہ دونوں باتیں کرتی ملینیم میں داخل ہوئی اور سیدھی ایک پرفیوم کی شاپ پر چلی آئیں.پرفیوم دیکھنے لگی تبھی اس کا فون بجا تو وہ تھوڑا سائیڈ پر چلی آئی اور کال اٹھائی "ہاں جی کہاں ہو؟ کچھ کھایا؟ بابا کو کھلایا؟" ایک ہی ساتھ سارے سوال کر دیے....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دوسری طرف سے زریاب نے اسے کہا "ہاں زر سانس تو لے لو اور بابا نے کھانا کھالیا تھا.میٹنگ ختم ہوگئی ہے.ہم بس کچھ دیر تک آرہے ہیں" ایک دو منٹ اور بات کے بعد فون بند کر دیا....

دوبارہ وہ زبور کی طرف آئی جو پرفیوم کی بل کی ادائیگی کر کے زرہ سے پوچھ رہی تھی" بیاآپ لیں گئیں.اس نے نفی میں سر ہلایا اور اوپر منزل کی اور آ گئیں.ایک ابائے والی

شاپ کے اندر داخل ہوئیں تو انہیں ایک الگ ہی منظر نظر آیا تھا, اوپر سے نیچے ہر طرف ہر طرح کے اسٹال والے ابائے لٹکے ہوئے تھے. اسے تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا لے ؟ زبور کوٹ اسٹال اسٹائلش سا ابایا دیکھنے لگی لیکن وہ ویسے ہی کھڑی تھی کہ اس کی الجھن کے مدے نظر دکان والے آدمی نے اس سے پوچھا" باجی آپ کس طرح کا لینا پسند کریں گئیں ؟"وہ نہ سمجھی سے دکان والے کو دیکھنے لگی"میں "اس سے چند قدم آگے آ کر ایک لڑکی نے ابایا کاؤنٹر پر رکھا تھا. غالباً بل بنانے کے لیے جو بلکل سادہ سا تھا. اس پر بس چار یا پانچ خوبصورت لیکن سادہ بٹن لگے ہوئے تھے. زرہ کی نظر غیر ارادی طور پر اُس لڑکی کے زیب تن کیے ابائے پر آ رکی, اس نے بلکل سادہ سیاہ ابایا پہنا ہوا سر پر سیاہ ہی اسکراف لے رکھا تھا اور سیاہ نقاب کیا تھا جس میں سے صرف پُر نور آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں. تبھی اس کے اندر ایک خواہش جاگئی تھی. اس نے دکاندار سے ایک سادہ سہ ابایا نکالنے کا کہا تھا. دکاندار چند سیکنڈ بعد ایک سیاہ لیکن سادہ ابایا نکل کر اسے دیکھایا تھا. چند ایک اور سادہ ابائے بھی دیکھائے. جن کے بازوں پر ہلکی سی فریل یا لیس لگی ہوئی تھی. آخر پانچ منٹ بعد اسے ایک ابایا پسند آ گیا تھا. جو بلکل سادہ سیاہ ابایا تھا اور کھولے سے بازوں پر سیاہ ہی لیس لگی ہوئی تھی. اس نے کاؤنٹر پر رکھا تھا تبھی زبور ایک ابایا لیے اس طرف چلی اور وہ اس کے ابائے کے اوپر کاؤنٹر پر

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رکھا.اس نے دونوں ابائیوں کا بل ادا کیا اور شاپر لیے باہر نکل آئی.اب وہ دونوں جوتوں کی دکان پر آ گئیں تھیں.ان دونوں نے کئی جوتے دیکھے آخر ایک شوز اسے پسند آئے اور ایک سادہ لیکن اسٹائلش سینڈل اجالا بیگم کے لیے لی.بل ادا کر کے دکان سے باہر نکلی تو زبور نے برے سے منہ کے ساتھ اسے کہا" بیا ایک دو دکانے اور دیکھ لیں میں نے تو شوز لیے نہیں" وہ کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چلنے لگی اور ایک دو نہیں بلکہ پانچویں دکان پر سے آخر اسے ایک لیٹا شوز کی جوڑی پسند آئی تھی.اس سے پہلے وہ انکار کرتی اس نے بڑھا چڑھا کر تعاریف کی "زبور تمہارے پاؤں میں بہت اچھے لگ رہے ہیں.اتنے مہنگے بھی نہیں اور کلر بھی اچھا" نیم عمدہ ہو گئی تھی.وہ جانتی تھی اگر اس نے یہ بھی نہ لیے تو آدھا گھنٹا اور یہاں لگ جائے گا اور وہ ایک دو جوتے اور لے لے گئی لیکن زبور کو ایک بھی پسند نہیں آنے والا. معمول کے مطابق ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ اس کا فون بجا.اس نے انلوک کیا تو زریاب کا میسج تھا اور ایک مس کال لگی ہوئی تھی. اس نے فون بند کرتے زبور کو بتایا" باباوالے آ گئے ہیں. باہر انتظار کر رہے ہیں چلو. وہ آخر کار بل ادا کرتی واحد شوز لیے اس کے ساتھ باہر نکل آئی تھی اور چند منٹ بعد وہ گاڑی میں سوار اپنے باپ بھائی کے ساتھ رواں دواں تھیں....واپسی کی اور ڈھلتی شب میں پرندوں کی طرح اپنے آشیانے کی اور....

''''''''''''''''''''''''''''''''''''

وہ دوبارہ کیس کی فائل دیکھنے لگا. تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہوالدار نے آکر جو بات بتائی تھی, اس کے اوصاف شل کرنے کے لیے کافی تھی. اس نے فق ہوتے چہرے سے ایک بار پھر تصدیق کی.

جی سر, فیض سر کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور انہیں فوری طور ایمرجنسی میں ہسپتال لے جایا گیا ہے. ان کی کافی سیریس حالت ہے" ہوالدار کے دوبارہ وہی سب کچھ کہتے وہ اٹھا اپنے آپ پر قابو پاتا ضروری چیزیں اکھٹی کرتا ساتھ ایک دو انسپکٹر کو لیے روانہ ہو گیا. وہ پورا راستہ بلکل خاموش بیٹھا ہوا تھا جتنا وہ اندر سے فکر مند تھا باہر سے بلکل اس کے بر عکس پر سکون چہرے اور بے تاثر آنکھوں سے روڈ پر دوڑتی گاڑیاں اور بے فکر لوگ دیکھا رہا تھا. آدھے گھنٹے بعد وہ ایک لمبی راہداری کے کونے تک آیا تھا. کاؤنٹر سے اپنی پہچان کرواتا ساتھ فیض کا معلوم کرتا سیدھے ڈاکٹر کے سامنے آ کھڑا ہو. تشویش سے ڈاکٹر سے فیض کی خیریت معلوم کی. اس کے لہجے میں پریشانی کے تاثرات بھی

واضح تھے۔ڈاکٹر نے اس کا جائزہ لیتے بیٹھنے کا کہا۔وہ ناچارہ بیٹھ گیا۔بے تاب نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگا۔ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا"دیکھیں آپ کے مریض کی بہت کریٹیکل کنڈیشن ہے۔آپ ذہنی طور پر تیار رہیں۔باقی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں وہ جیسے چاہے عطا کرے اور ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہیں ہیں"ان کی بات سن کر اس کے اندر کہیں دور کوئی کانچ سہ ٹوٹا تھا۔جس کی ننھی کرچیں اب اس کے جسم میں چبھی تکلیف اور چبھن کر رہی تھیں۔اس کی آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی اس کے اندر کے حالات کو ظاہر کر رہی تھیں۔وہ سر ہلاتا یکدم اٹھا اور باہر نکل آیا۔اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔وہ مناسب قدم سے چلتا آخر تک آیا اور بورڈ پر لکھے جالی حروف کو پڑھتا ناجانے کیوں بس چھوٹے سے شیشے کے سوراخ سے اندر جھانکا۔وہ سفید بے شمار پٹیوں سے جکڑا,مشینوں کی قید میں بے بس سا ہوش کی دنیا سے بیگانہ تھا۔وہ دل میں اٹھتی درد کی شدت کو دباتا مسجد سے آتی آذانوں کو سنتا بے جان قدموں سے راہداری سے نکلتا گیا۔اس نے بہت مشکل سے وضو کیا اور تیسری صف میں آ کھڑا ہوا باقی لوگوں کی طرح نماز ادا کرنے لگا تھا۔فرض پڑھتے وہ وہیں بیٹھے ہاتھ اٹھائے بس ساتھ آسمانوں کے پار ساری کائنات کو چلنے والے رب کی وحدانیت کا اقرار کرتا پکار رہا تھا کہ اس سے چند فٹ کے فاصلے پر لیٹے زندگی اور موت کے بیچ میں جھولتے اس کے واحد دوست اور

بھائیوں جیسے کزن کو صحتمند زندگی عطا کر دے. لیکن کون جانے آج کا فاصلہ تو بہت پہلے کیا جا چکا تھا.... اس کی دعاِ التجا اللہ کے پاس محفوظ کی جا چکی تھی.

وہ کافی دیر بعد لوٹا تو اسے راہداری میں فکر مند, نڈھال سے علی صاحب نظر آئے. وہ ان کی طرف بڑھا اور ان کے گلے سے جا لگا تھا. وہ اس عمر میں بھی بہت حوصلے سے کھڑے اپنے جان سے عزیز بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر ویسے ہی ہمت سے کھڑے ہوئے تھے. وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو علی صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے حوصلہ سے کہا "میرے بیٹے! یہی تو حق کی جنگ ہے. حق کی راہ میں قربانی ہمارے مالک و خالق کو بہت پسند ہے" اور وہ دونوں کرسیوں پر پریشان بیٹھے ان مشکل گھڑیوں کو کاٹنے لگے. پانچ منٹ بعد اسے انسپکٹر نے آ کر بتایا کہ گھر سے فون آیا تھا اور ماڈم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے. وہ فکر مند ہو تھا تبھی علی صاحب نے اسے کہا "جاؤ بیٹے میری بیٹی کو ادھر ہی لے آؤ" وہ ناچاہتے بھی اٹھا. حوصلہ دینے والے انداز میں کندھے پر ہاتھ رکھا "ماموجان! انسپکٹر دونوں ادھر ہی ہیں آپ کو کوئی کام ہو تو مجھ کال کر دیے گا. میں آجاؤں گا"....

انہوں نے بس سر ہلا دیا....

اس کے جاتے وہ بہت خاموشی سے سامنے سفید دیوار پر نظر کیے اضطرابی کیفیت میں مبتلا کچھ دیر پہلے کا منظر یاد کر رہے تھے کہ ایک کال آئی اور ان کی ساری زندگی کو الٹا گئی. جوان بیٹا, طلوع ہوتا سورج ہوش کی دنیا سے کوسوں دور نا جانے کس جنگ میں مبتلا تھا کتنی تکلیف برداشت کر رہا تھا لیکن صرف وہ اور اس کا رب ہی تو جانتے تھے.....

''

چھ مہنے قبل بیس جولائی 2:15 دوپہر کا وقت....

وہ آنکھوں پر چشمہ جمائے ہاتھ کو اسٹرینگ پر جمائے ای سی کی پر مسرت ہوا میں ڈرائیونگ کر رہا تھا کہ اس کی نظر مین روڈ کی کنارے پر کھڑی خاتون پر آرکی جن کا چہرہ سفید چادر کے ہالے میں دمک رہا تھا اور ان کے ماتھے پر پریشانی سے شکن پڑ رہے تھے

ساتھ کھڑی ارد گرد نظر دوڑا رہی تھیں. اس نے ان سے نظر ہٹا کر روڈ پر دیکھا جو سنسان پڑا تھا جہاں سواری ملنا گرمی کی اس تپتی دوپہر میں محال تھا... اس نے گاڑی کی اسپیڈ کو آہستہ کرتے ہوئے گاڑی لے جا کر ان کے سامنے کچھ فاصلے پر روکی اور خود گاڑی کا دروازہ کھولتا نکلا اور مناسب قدم اٹھتا چشمے کو جیب میں رکھتا ان تک آیا. احتراماً سر جھکائے. مناسب الفاظ کا چناؤ کرتا تشویشی انداز میں پوچھا" آنٹی آپ ٹھیک ہیں کوئی پریشانی ہے؟ وہ جو رکشے والے کو رکشا صحیح کرتے دیکھ رہیں تھیں اس کے پوچھنے پر اس کی طرف دیکھا, جو تکریم کے ساتھ پوچھ رہا تھا. نا جانے کیوں اسے دیکھتے انہیں شدت سے کوئی یاد آیا تھا لیکن سنبھلتے ہوئی نرمی سے بولیں "پتر ساڈہ رکشہ خراب ہو گیا واہوں سانوں سواری نہیں لب دی, پورے دس منٹ توا تھے کھڑے آں" (بیٹا ہمارا رکشا خراب ہو گیا ہے. ہمیں سواری نہیں مل رہی, پورے دس منٹ سے ہم یہاں کھڑے ہیں.)

دانیال نے ان کی پریشانی کو سمجھتے ہوئے احتراماً آفر کی "کوئی بات نہیں, اگر آپ کو مناسب لگے تو میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں. جہاں آپ نے جانا ہے؟"

وہ جو اس کا جائزہ لی رہیں تھی کچھ سوچ کے بولیں "ہاں! آٹھیک رو گا, چل پتر دیر ہوں

دی وا"(ہاں! یہ ٹھیک ہے, بیٹا چلو دیر ہو رہی ہے)

وہ جو چلنے لگیں تھیں. رکی اور رکشے والے لڑکے کو آواز دی "اویس! ادر آپتر "

(اویس! بیٹا ادھر آؤ)

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چند قدم دور رکشے کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتا لڑکا ان کی آواز پر بھگتا ہوا آیا....

"پتر میں ایس بچے نا چلی آ. تو ہون رکشہ صحیح کر و کے آجاوئیں "رکشے والے لڑکے کو

بتایا....

(بیٹا میں اس بچے کے ساتھ جا رہی ہو. تم رکشہ صحیح کر وا کر آجانا)

اور قدم اس کے ہمراہ بڑھادیے....

وہ جوان کے ساتھ چل رہا تھا آگے بڑھ کر دروازہ کھولا....

وہ اس کے احترام پر مسکرائیں اور اپنا تھیلا سنبھلتی ہوئیں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیں۔ ان کے بیٹھتے دانیال نے دروازہ بند کیا۔ واپس اویس نامی رکشے والے تک آیا۔ اس کو اپنا فون نمبر دیا اور میکینک کو فون کر کے یہاں کا ایڈریس سمجھا ساتھ اویس کو ہدایت کرتا کہ اگر کو مسئلہ ہو تو کال کرلے دوبارہ گاڑی تک آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتا بیٹھ گیا اور پوچھا "آپ کہاں رہتی ہیں؟" ان کے ایڈریس سمجھتے ہی اس نے گاڑی اُس راہ پر ڈال دی کچھ دیر خاموشی چھائی رہی جسے ان کی آواز نے توڑا "پتر تیرا ناں کی آ؟"

(بیٹا تمھارا نام کیا ہے؟)

وہ جو مصروف سے انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا ان کے اس طرح پوچھنے پر فقط دو الفاظ ادا کیے "دانیال قاسم"....

انہوں نے سر ہاں میں ہلا یا اور گویا ہوئیں...

"پتر تو تا دسیا نہیں تو کی کر داوان"....

(بیٹا تم نے بتا یا نہیں تم کیا کرتے ہو...)

وہ جواب خاموشی سے گاڑی چلانے میں مگن تھا بس سوچ کر رہ گیا بیٹا اب تمھارا انٹرویو ٹائم ہے لیکن جواب دیا "میں پڑھتا ہوں"....

باہر دیکھتا دوبارہ گاڑی چلانے میں مصروف ہو گیا...

وہ وقفے وقفے سے کئی سوال پوچھ رہیں تھیں امی کے بارے میں, ابو کے بارے میں, رشتے داروں کے اور نا جانے کیا کچھ....

دانیال فرمانبرداری سے سر ہلاتا جواب دے رہا تھا....

اب پھر انہوں نے جانچنے والے انداز میں پوچھا "پتر تو لگا دا تا کوارہ وا. تیری گال تے کیتھے پکی تے نہیں ہوئی آ؟"....

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

(بیٹا تم لگتے تو سنگل ہو. تمھاری بات تو کہیں پکی تو نہیں ہوئی؟.)

اسے ایک دم سے اچھو لگا. ان کے اس طرح پوچھنے پر اور وہ اپنے آپ کو کوستے ہوئے دل میں بولا "یار آخر ایسی نیکی کرنے کو کس گدھے نے کہا تھا" اس کا دل اپنا ماتھا پیٹنے کا کر رہا تھا کاش وہ یہ کر سکتا....

وہ جو اس کو ہی دیکھ رہیں تھیں اس کے جواب نہ دینے پر بولیں..."کی ہو یا پتر؟"

(بیٹا کیا ہوا؟)

وہ جو اپنے آپ کو کوس رہا تھا سنبھل کر بولا "نہیں میری ابھی تک کہیں بات طے نہیں ہوئی"....

وہ مسکراتے ہوئے بولیں "آتے وڈی چنگی گال آ"....

(یہ تو بہت اچھی بات ہے)

وہ ان کا دھیان بٹانے کے لیے بولا "یہ والی گلی؟"

وہ جو کچھ سوچ رہیں تھیں روڈ کے سمیت دیکھا جہاں ایک لمبی سی گلی تھی. گلی میں

دونوں طرف چھوٹے لیکن خوبصورت مکان بنے ہوئے تھے اور بولی "ہاں ہاں آ ہی گلی آ اور اوپورا گیٹ والو دکو روک داعیں".....

(ہاں یہ ہی گلی ہے وہ جو بھورا گیٹ ہے اس کے پاس روک دو)

اس نے شکر کا سانس کھینچا اور گاڑی روک دی....

وہ اترتے ہوئے بولیں "پتر آنا اندر گڈی کھڑی کار کے چا پانی پی کے جاویں".....

(بیٹا گاڑی کھڑی کر کے اندر آؤنا. چائے پانی پی کر جانا)

اس نے گھڑی پر وقت دیکھ کر کہا "میں ضرور آتا لیکن مجھ دیر ہو رہی ہے میں معاضرت خواں ہوں"....

وہ جو اترنے لگی تھیں محبت پاش لہجے میں بولی

"پتر سہنارب تینو خوش رکھے اور سوہنی جی کوڑی نا تیرا ویا کرواوے لیکن اس بڈی اما دے کول وی چکر لالویں" وہ گاڑی سے اتر گئیں....

(بیٹا پیارا رب تمہیں خوش رکھے اور پیاری سی لڑکی کے ساتھ تمھاری شادی کر وے لیکن اس بوڑھی اما کے پاس بھی چکر لگا لینا)

وہ بھی اترا اور دروازہ کھولنے تک .ان کے اندر جانے تک وہاں کھڑا دیکھتا رہا.ان کے جاتے ہی وہ گاڑی میں دوبارہ بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا....دوبارہ منزل کی تلاش میں.....اپنے مقصدِ حیات کی اور....

""""""""""""""""""""

فاطمہ نے جب سے فیض کو الوادع کہا تھا تب سی انجانے سے اندیشوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا.اس کی دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ کر زور سے دھڑک رہی تھی.انجانا سا خوف اس کے وجود پر حاوی تھا.وہ صبح سینٹر سے بھی جلدی آگئی تھی.اس

کا کسی کام میں دل نہیں لگا رہا تھا. ڈھلتے دن, گزرتے لمحوں کے ساتھ اس کی کیفیت میں عجیب سی بے چینی سرایت کر گئی تھی. اس نے اپنے اوپر قابو پاتے بہت مشکل سے خود کو گھسیٹتے واشروام تک لے آئی تھی اور وضو کیا. پلنگ کے کنارے پر پڑی چادر گول سی اپنے گرد باندھتے, نم بازوں کو سیدھا کرتے جاء نماز پر آ کھڑی ہوئی. مغرب کی آذان کی آواز کہیں دور سے آ رہی تھی. وہ دوبارہ انہیں قدموں کو اٹھاتی باہر کو کھولتی کھڑکی تک آئی تھی. جہاں مغرب کے وقت کے ساتھ آسمان کا رنگ بھی گہرا ہو رہا تھا. وہ دوبارہ جاء نماز پر آ کھڑی ہوئی. اب آذان کی آواز نہیں آ رہی تھی غالب آذان ختم ہو گئی تھی. وہ ہر رکعت میں جب سینے پر ہاتھ باندھے سورۃ پڑھنے لگتی تو چند آیات کے بعد بھول جاتی اور دماغ پر زور ڈالتے دوبارہ شروع سے پڑھنے کی کوشش کرتی. تین بار کے بعد اب اس کی آنکھوں سے زاروں قطار آنسوؤں بہنے لگے تھے. وہ واحد اللہ ہے جس کے سامنے انسان بے جھجک کھل کر اپنے دل کا بوجھ رکھ سکتا ہے. آنسو بہا سکتا ہے. بس واحد اللہ کے سامنے. صرف اور صرف اپنے رب کے سامنے جو رحمن بھی اور رحیم بھی ہے....

دوسری طرف اس کمرے سے بلکل نیچلے کمرے میں اس وقت درینہ بیگم نماز ادا کرتی اٹھی تھیں اور ان کے ساتھ وہ چھوٹا لڑکا بھی اپنا چھوٹا جاء نماز ان کے ہی انداز میں اسی جگہ پر رکھتا پوچھ رہا تھا "دادو جانی بابا اور دادا کب آئیں گے؟" وہ اسے دلاسہ دیتے بولیں "بیٹا دادا تو ابھی کچھ دیر پہلے تو گئیں ہیں. رات تک آئیں گے"....

میرے انہیں کے انداز میں کہا "انشاءاللہ" وہ آج اس کے انداز پر مسکرا بھی نہ سکی تھیں اور قرآن پاک لیے پلنگ پر آ بیٹھی تھیں. قرآن پاک کو پڑھنے لگی تھیں. چند آیات کے بعد یک دم ٹھہر سی گئیں تھیں. بلکل ان کا جسم منجمد ہو گیا تھا آج دوسری بار یہ آیات ان کی نظروں کے سامنے آئیں تھیں لیکن کیا ہونا تھا. کون جانے!

وہ ان آیات کے معنی پر غور کر رہی تھیں "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو جان لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" {153}

سورۃ البقرۃ اور دوسرے پارے کی اس آیت نے دھڑکتے بے چین دل کو پہلے پارہ میں گزری ایک آیت کا ترجمہ یاد کروا دیا تھا لیکن وہ بلکل ساکن ہوئی دو الفاظ پر آرو کی تھیں....اللہ تعالیٰ ان کو امید دے رہے تھے کہ بس وہ نماز قائم کریں اور صبر کریں اللہ کی مدد و نصرت ان کے ساتھ ہے. تبھی ان کے بے چین دل کو ایک ٹھہراس سی ملی تھی. اگلی آیت کا ترجمہ پر غور کر رہی تھیں:

"اور مت کہو ان کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں (وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے" {154}

ناجانے کیونکہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگی تھی. ان کے آنسو میں شدت تو تب آئی جب وہ ان ماں و بہنوں کا سوچتے رشک کر رہی تھیں. جن کے شوہر, بیٹے, باپ, بھائی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے قربان ہو گئے تھے اور اللہ سبحان و تعالیٰ خود فرما رہیں کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہیں. ساتھ مدھم آواز بھیگے لہجے میں سبحان اللہ نکلا تھا.

"اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور [اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو]" {155}

اس آیت کو ایک بار ترجمے سے بڑھنے کے بعد کہیں دور کسی کی آواز ان کے کانوں پر گونجی تھی "اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ضرور ہے. وہ بھی اس سے جو اسے بے حد محبوب ہو. جو اس کی خاص ضرورت ہو. جن پر انسان کا دارومدار ہو. جیسے مال اور جان. بندہ محبت ان دو ہی چیزوں سے تو کرتا اپنی جان اور اپنوں کی جان سے. اس کے بعد مال سے اور ان دونوں کو کچھ ہو جائے تو جو چیز اس کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہیں وہ خوف اور بھوک ہے. خوف اپنی جان اور مال کا اور بھوک جب مال نہ ہو تو کھانے کا لیکن پھر بھی صبر کرنا ہے اور جو کرتا ہے وہ پالیتا ہے... خوش خبری" وہ اب کی بار اپنے کیفیت کو سمجھ نہیں پائیں تھیں. آج ان کے ساتھ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ قرآن پڑھتے وہ بہت محنت سے توجہ لگا رہی تھیں. نا جانے کیوں وہ جب کوئی آیت پڑھ کر غور و فکر کرتی تو کچھ لمحے تو

آیت کو سمجھتے گزر جاتے لیکن پھر ان کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی. ایک بے چینی سی تھی, ایک بے سکونی سی تھی. ایسے ہی وہ دوبارہ وسوسوں کو جھٹک کر اگلی آیت کی طرف توجہ لگنے لگیں "وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے." {156}

وہ اس پر غور و فکر کرتی لیکن ہلکی سی دستک کے بعد فاطمہ اندر آئی چہرے کے گرد ڈوپٹہ لپیٹے بے جان قدموں کے ساتھ ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی "امی" انہوں نے حیرت و پریشانی سے اسے دیکھا جو فق چہرے, لب دبائے سرخ آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں ایک ہاتھ میں ریسور پکڑا ہوا تھا. ان کی اظرابی کیفیت میں اور اضافہ ہوا تھا کیونکہ جب وہ قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تو فاطمہ اکثر باہر سے لوٹ جایا کرتی تھی. وہ آج کیوں آئی تھی. "امی یہ ابو کی کال چل رہی اور وہ پتا نہیں کیا کہہ رہیں ہیں. مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا. آپ بات کر لیں" اس کا لہجہ بکھرا ہوا. الفاظ بھی پورے ادا نہیں ہو رہے تھے. انہوں نے ریسور کان سے لگایا تو علی صاحب کے الفاظ نے ان کا سر چکرا دیا. کہیں دور سے وہی آیت ان کے ذہین میں گونجی "اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف

اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور (اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بشارت دیجیے صبر کرنے والوں کو" {155} وہ ریسورو ہیں رکھتی تین چار منٹ کے لیے بلکل خاموش بے جان بیٹھی رہیں جیسے ان کے گرد ہر چیز ساکن ہو گئی ہو, بلکل ساکن....

فاطمہ نے انہیں ہلایا "امی" ابو کیا کہہ رہے تھے ؟" جیسے وہ چاہتی تھی کہ وہ بس ایک بار صرف ایک بار بول دیں فاطمہ جو تم نے سنا ہے. وہ درست نہیں لیکن وہ جیسے خود کو صبر کی راہ کی تلاش میں ڈالتی اس کے دونوں ہاتھوں کو نرمی سے پکڑتی بولیں "میری بیٹی! اللہ کی امانت تھی اللہ نے لے لی"....

فاطمہ کا چہرہ ایک دم لٹھے کی مانند سفید پڑا تھا جیسے کسی نے کھینچ کر اس کا سارا خون نچوڑ دیا ہو. پنکھے کے چلنے کے باوجود پسینے آنے لگے تھے. سانس گھٹنے لگا ہو. تبھی درینہ نے ہمت کر کے سوئے ہوئے میر سے کچھ فاصلے پر پڑی میز سے پانی کا گلاس اٹھایا. اسے پلایا ساتھ چند چھینٹے اس کے چہرے پر مارے تو وہ کچھ سنبھلی تھی لیکن ابھی وہ دونوں

ساس، بہو بلکل چپ سے بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھیں. جہاں بیٹے کی پیدائش سے لے کر اس کے ساتھ گزارے ہر پل ان کے ذہین کی اسکرین پر چل رہا تھا اور کلیجا منہ کو آرہا تھا لیکن بہت صبر سے بیٹھی تھی.

فاطمہ کی آنکھوں کے آگے ہر لمحہ دوبارہ سے ویسے ہی چلنے لگا.

درینہ بیگم آج اپنے آپ کو بہت بیمار اور بوڑھا محسوس کر رہی تھیں. مشکل سے اٹھتی ایک بار پھر جاء نماز پر دو رکعت نوافل ادا کرنے کے لیے کھڑی ہو گئیں.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

فاطمہ بھی بے جان قدموں سے ان سے کچھ فاصلے پر جاء نماز بچھاتی کھڑی ہو گئی تھی دو بے آواز فریادی اللہ کے سامنے رو رہے تھے حالانکہ زخم تو ان کا لا علاج تھا لیکن اللہ کے ہاں تو ہر چیز کا علاج ہے ممکن!

کون جانے! ابھی تو آزمائش شروع ہوئی تھی....

ابھی تو بہت سے گھٹن مراحل سے گزرنا تھا....

ابھی تو مال و جان, خوف و بھوک

سے اور گزرنا تھا....

ابھی تو بہت سہ صبر کرنا تھا...

ابھی تو حق کی تلاش میں سرخرو ہونا تھا....

لیکن کون جانے ہاں کون جانے....

سوائے آدم ذات کے خدا کے....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''

آج کل سردی کی شدت میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو گیا تھا تو وہ اس کے پیشے نظر نیلی فارک پر سرمئی اپر پہنے اور ہم رنگ ڈوپٹہ سر پر جمائے. آنکھوں میں سرما ڈالے, ہلکی سی لیپ سٹک لگائے, پیروں میں چھوٹی سی بلوک ہیل والی سینڈل پہنے روز کی طرح تازہ دم لگ رہی تھی, چمکتے چہرے ہیزل آنکھیں وفا پر مرکوز کیے اکا دکا سوال کرتی چل رہی تھی. وفا نے بھی اس کی طرح سفید فارک پر ہلکے گلابی رنگ کا اپر زیب تن کیے,

ہم رنگ ڈوپٹہ اوڑھ ہوا تھا.

پھر ان کا موضوع گھوم کر ایک جگہ آ رکا" یار یہ دانیا باجی کہاں غائب ہو جاتی ہے؟ آج پھر ابھی تک نہیں آئی. آ ئے گئی بھی یہ نہیں؟"

"مشکل ہے, لگ تو نہیں رہا آج کلاسس بھی نہیں ہوں گئیں تو ممکن ہے نہ آئے"

لائبریری میں داخل ہوئیں جہاں ہر کوئی مصروف تھا اور ہر ڈیپارٹمنٹ کے مختلف طلباء بیٹھے پڑھ رہے تھے. کہیں گروپ کی شکل بنائے تو کوئی انفرادی طور پر, عزمِ ہمت سے بھرپور ایک لہر اس چار دیواری میں رچی بسی سی تھی. اس نے سامنے پڑی میز سے اپنی نوٹ بوک اٹھی تو ساتھ اخبار کا ایک درمیانی حصہ بھی اس کے ہاتھ آ لگا. اس نے نظریں گھما کے ارد گرد دیکھا لیکن ہر کوئی مصروف تھا وہ دوبارہ عام معمول کے مطابق اخبار کے پیچ الٹائے پڑھنے لگی تو سامنے (لیٹر ٹو دا ایڈیٹر)

letter to the editor

واضح الفاظ میں لکھا ہوا تھا اس نے عام سے انداز میں باری باری کئی ہیڈنگ پڑھی لیکن

لاشعوری طور پر اس کی نظر ایک جگہ آ رو کی. وہ بھی ایک عام سہ مضمون تھا باقی مضامین کی طرح پر اس پر جگہ جگہ سیاہ قلم سے چھوٹے لیٹرس کو بڑے الفاظ میں لکھا ہو تھا. شاید وہ ابھی بھی نہ چونکتی اور اسے پڑھنے کی کوشش کرتی لیکن ہمیشہ کی طرح آج بھی آخر میں ایک کونے پر اس کے نام میں دو بار ZZ لکھا ہوا تھا. اس نے ایک نظر پورے صفحے پر ڈالی لیکن کہیں کچھ نہ لکھا تھا باقی سب نارمل ہی تھا. ایک اندیشے کے سبب اس نے سامنے بیٹھی وفا کو دیکھا لیکن وہ کتابوں کے سمندر میں غوطہ زن تھی. پھر لب کاٹتے پوچھا "یہاں کوئی آیا تھا کیا؟" (اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ جانتی تھی کہ اس کا سوال غیر مناسب اور بچکانہ تھا کیونکہ وفا بھی تو اس کے ساتھ ہی یہاں آئی تھی. ان کی میز پر چند ایک ہی طلباء تھے جو کے اب جا چکے تھے) وہ اپنی سوچوں میں گم تھی کہ وفا نے نا سمجھی سے سر اٹھا کر دیکھا "تم نہ کچھ کہا کیا؟" اس نے افسوس سے سر دائیں سے بائیں ہلایا "کچھ نہیں بہنا تم پڑھو" وفا دوبارہ سر جھکائے پڑھتی ناول کی دنیا میں مصنوعی کرداروں کے ساتھ ان کی زندگی میں چلے گئی تھی. اس نے پھر کاغذ کے ٹکرے پر دوبارہ نظر ڈالی وہ الجھ گئی تھی لیکن ویسے ہی ایک بار آرٹیکل پڑھا:

Education, a business

EducaTion in Pakistan has become a business in which every rich person takes an IntereSt because it adventages the one who does. Yet commerciAlising education is Detrimental for studEnts. These Businessesmen make educAtion worse on a daily basiS because they are working on quantity not quality. In addition, they are discriminating agaInst poor children because they do not think theY are important in the privAte sector. Now only the rich children can afford eDucation, not a poor. REcently a poor child begged tHe Principal to

reduce his school fees since due To his family problems, he was unable to pay Full school fees .

Without any gossip to the poor child, the principal at the time rejected his request and stated that this school is not for pOor and sorry to say thaT we cannot reduce your feeS. He was even disallowed to attend his examinatiOn because of being unpaid. THe lives of poor children are being completely destroyed because of such people. TheY, rich bussinessmen of education, are making education more expensive every yeAr. The

time is not far When it will be difficult to educAte a poor child. FinallY, I request the concerned a Authorities to visit every private instituTion and resolve the isSue.

اب کی بار اس نے اخبار کے نیچے سے نوٹ بک نکال کر اور پاس پڑے قلم کو ہاتھ میں لیے سارے الفاظ سفید کاغذ پر اتارے.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

T S A E B A S I Y A D E H T F O T S O H Y

A W A Y A T S

وہ اب غور سے صفحے پر اتارے حروف کو دیکھ رہی تھی. جو نہ جانے کیا پیغام لیے ہوئے تھے لیکن کون جانے. اس نے آرٹیکل کو دوبارہ پڑھا اور الفاظ کی ترتیب پر غور کیا لیکن

پلے کچھ نہ آیا.افسوس سے سر بائیں بازو پر ٹکاتی میز پر آنکھیں موند لیں....

''

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اضطرابی کیفیت میں سیڑھیوں کا تیسرا چکر کاٹ رہی تھی پہلے تیز قدموں سے زینے چڑھتی پھر اسی طرح نیچے اترتی.ایسے ہی چکر کاٹ رہی تھی.اس سرکاری کواٹر میں کام کرتے ملازم آتے جاتے اسے دیکھ رہے تھے لیکن وہ ویسے ہی اوپر سے نیچے اترتی اور دوبارہ اوپر جاتی. جیسے کسی چیز کی تلاش ہو,کسی چیز نے بے چین کیا ہو....لیکن کیا؟وہ سمجھنے سے قاصر تھی...آخر کیا؟آخر ان کی ایک پرانی بزرگ ملازمہ نے اسے سختی سے تاکید کی "بیٹی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تم ایسے چکر نہ لگاؤ,تمہارے لیے صحیح نہیں ہے"....

وہ ناچارہ ان کی کہنے پر زینے اترتی صوفے کے پاس کھڑی سادہ کپڑوں والی خاتون جو آنکھوں میں فکر مندی کے تاثرات لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی ان کے گلے لگ گئی اور

جو کب سے روکے آنسوں تھے وہ اس کی گالوں سے بہنے لگے "بی اماں! مجھے پتا نہیں کیا ہوا؟ مجھے ایسا لگا رہا جیسے کوئی مجھے آری سے چیر رہا ہو" وہ کپکپاتے لبوں سے بول رہی تھی اس کی اظطرابی کیفیت میں اضافہ ہو گیا تھا.بی اماں نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا.اسے لیے صوفے کی اور آ گئی. وہ ویسے ہی سمندر کے کنارے خشکی پر پڑی مچھلی کی طرح مچل رہی تھی لیکن اسے ایک لمحے کے لیے سکون نہیں آ رہا تھا.اس کے رونے کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا.بی اما اپنی گود میں رکھے اس کے سر کو نرمی سے دباتے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں "بیٹی تمہاری طبیعت خراب ہو جائی گی سو جاؤ" وہ ویسے ہی بے چین سی کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتی, کبھی دوبارہ لیٹ جاتی. تبھی بی اما نے آواز لگ کر اس کی دوائی منگائی تھی. وہ بہت مشکل سے اس نے اپنے ہلک سے نیچے اتاری تھی اور اسی بیا کل میں چند منٹوں بعد نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی.اس کے سوتے انہوں نے اس کا سر آرام سے اپنی گود سے اٹھا کر صوفے پر پڑے کوشن پر رکھا اور سامنے کھڑی لڑکی کو سختی سے تاکید کی "اب خیال رکھنا اس طرف کوئی ملازم نہ آئے اور پہلے ایک چادر لا کر دو" وہ خود سنگل صوفے پر اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں کیونکہ وہ تھوڑی دیر بعد ویسی ہی بیکلی سے ہاتھ پاؤں ہلاتی کچھ بڑبڑاتی کسی کو پکار رہی تھی. لڑکی کے چادر لاتے ہی انہوں نے اس کے اوپر اوڑھا دی. دوبارہ ویسے ہی اس سے فاصلے پر

پڑے بھورے صوفے پر بیٹھ گئیں لیکن کچھ لمحے ایسے ہی سر کے تو اس نے پھر بند آنکھوں پریشان چہرے سے کسی کو پکارا "فیض بھائی"....

انہوں اب کی بار اس کے پاس آکر دیکھا وہ غنودگی میں بھی اپنے بھائی کو پکار رہی تھی. ناجانے کیوں ان کی بوڑھی آنکھیں بھی اس کی حالت دیکھ کر بھر آئیں تھیں. بی امی جلدی سے وہاں سے ہٹتی دو صوفے کے درمیان سائیڈ پر پڑی میز پر پڑے پی ٹی سیل پر نمبر ڈائل کرتی فون کو کان سے لگائے کھڑی تھیں کہ دوسری طرف سے فون اُٹھاتے ہی بولیں "ریاض بیٹے کو بتادینا. ایمان کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے تو وہ گھر آجائے "دوسری طرف سے فکرمند آواز سن کر حوصلہ دیتے دوبارہ بولیں "فکر کی کوئی بات نہیں ہے دوائی دے دی ہے سو رہی ہے بیٹی لیکن پتا نہیں کیوں وہ اپنے بھائی کو آوازیں دے رہی ہے ریاض کو بتادینا یاد سے "دوسری طرف سے جو بات معلوم ہوئی تھی وہ ان کے اوصاف کو ایک دم شل کر گئی تھی اور ان کے چہرے پر آنسو بہنے لگے تھے.

"بس ریاض تک پیغام پہنچادو" پھر کچھ سیکنڈ کے بعد وہ فون رکھتے بامشکل خود کو سنبھالتی ہمت کرتی کچن تک آئیں اور تھوڑی دیر قبل والی لڑکی کو ہدایت دی کہ وہ

ایمان اور ریاض کے چند جوڑے اور ضرورت کا سامان ایک بیگ میں پیک کردے. وہاں سے ہٹتی پانچ منٹ بعد وہ سر پر ڈوپٹہ باندھے جانماز پر کھڑی نماز ادا کرنے لگی ہر رکوع اور سجدے میں جاتے ان کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا. چہرے پر قیامت ٹوٹ پڑنے کے آثار نمایاں تھے لیکن کون جانے! وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا بلکل گزرتا جارہا تھا کہ ریاض ٹوٹا بکھرا سا اندر داخل ہوتا اس کی طرف آیا تھا جو صوفے پر ہوش کی دنیا سے اوجھل ہوئی پڑی تھی. دوبارہ اٹھتا سیڑھیوں کی اور بڑھ گیا تھا. تقریباً دس منٹ بعد نیچے آیا تھا اور بی اما اسے دیکھتے شفقت سی بھری آواز میں بول رہی تھیں "بیٹا کچھ کھالو, تمہیں سب کو سنبھالنا ہے اگر تم ایسا کروگے تو ان سب کا کیا ہوگا" وہ جس قدر صبر سے کھڑا تھا وہ اور اس کا اللہ ہی جانتے تھے لیکن بڑے ہی بہادری سے اس نے بی اما کو حوصلہ دیا اما آپ ایسا کریں ایک پلیٹ میں تھوڑا سہ سالن اور ایک چپاتی لادیں میں ایمان کو کھلادوں پھر ہمیں نکلنا ہے" وہ ان کے سوال کا جواب دینے کے بجائے ایمان کی فکر کرتا بولا تھا. ایمان کے صوفے تک آیا. بی اما نفی میں سر ہلاتی افسوس سے کچن کی اور چلی گئی تھیں. پیچھے وہ صوفے کے پاس پڑی چھوٹی سے میز کو کھینچتا بیٹھ گیا تھا. ایمان کے چہرے کو دیکھا جو ابھی بھی نیند میں کسماتی فیض کو پکار رہی تھی. ایمان کے گالوں پر رونے سے نشان پڑ گئے

تھے جیسے وہ نیند میں بھی رو رہی تھی. اس نے ایک سانس ہوا کے سپرد کی اور چہرے سے ہر طرح کے تاثرات کو چھپاتا نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اٹھانے لگا

"ایمان, ایمی, ایمان اٹھ جاؤ"....

کچھ دیر بعد اس نے اپنی آنکھیں آخر کھول ہی دی اور بس سپاٹ چہرے, بے سمجھ آنکھوں سے چھت کو گھورنے لگی جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کہاں ہے. آخر ریاض کی آواز پر اس نے آنکھیں سفید چھت سے ہٹا کر دیکھا تھا اور بے چین آنکھوں سے پہنچان کرتے ہی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی. اس کے بیٹھتے اس نے ایمان کے سر سے ہاتھ ہٹایا تھا اور ناکام سی مسکرانے کی کوشش کی تھی. وہ فق ہوئے چہرے سے یک ٹک نظریں جمائے گھبرائے بتا رہی تھی "اس نے بہت ڈراؤنا خواب دیکھا اور بس اس کے لبوں پر ایک التجا تھی "ریاض مجھے بھائی کے پاس لے جائیں پلیییز ززز, مجھے ابھی لے جائیں" بے بسی سے دوبارہ آنسو بہنے لگے تھے. وہ رو رہی تھی اور ریاض اس کے آنسو دیکھتا بے چارگی سے صرف لب کاٹ کر رہا گیا تھا. پھر ہمت کرتا اسے کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیا(جو گرمی کے موسم میں بھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels Articles Books Poetry Interviews

برف کی طرح ٹھنڈے ہو رہے تھے)نرمی سے دباتے بولا "پہلے تم کچھ کھالو پھیر پکا تمھیں فیض کے پاس لے جاؤں گا. اس نے بے قراری سے تصدیق کی "پکا نا, لے جائیں گیں نا ابھی "اس نے بس سر ہلا دیا. وہ اب خاموش سی خالی آنکھوں اسے دیکھ رہی تھی. اس نے زور سے آواز لگا کر کھانا لانے کے لیے کہا اور پھر اسے دیکھتا بولا "آؤ فرش ہو جاؤ پہلے پھر کھانا کھاتے نکل جائیں گے "وہ نہ چار اٹھ کر اس کے ساتھ چال دی وہ اسے تھامے آہستہ آہستہ زینے چڑھتا اپنے کمرے میں لے گیا. دس منٹ بعد بی اما کمرے کے دروازے پر دستک دیتی کھانے کی ٹرے لیے چلی آئیں وہ اس کے بالوں کو باندھنے کی جتن کر رہا تھا کہ بے چارگی سے بی اما کو آواز دی. بی اما سر ہلاتی ڈریسنگ کے سامنے پڑی بھوری کرسی پر بیٹھی ایمان تک آئیں تھیں اور اس کی ڈھیلی سی چٹیا بنا کر سر پر چادر اوڑھ کر دوبارہ باہر کو چلے گئیں تھیں. وہ ناچاہتے آہستہ سے قدم اٹھاتی کھڑی ہوئی تو اس کا سر چکرایا تھا. وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی. ریاض واشر وام سے ہاتھ دھوتا باہر نکلا تھا. لمبے ٹاگ بھرتا اس تک آیا ساتھ تشوش سے پوچھا "تم نے دوائی لینے سے پہلے کچھ کھایا تھا؟ "اس نے بس نفی میں سر ہلایا. وہ بس لب بھینچ کر رہ گیا تھا اگر وہ ٹھیک ہوتی تو وہ اس کی اچھی خاصی کلاس لے لیتا لیکن بس کچھ کہنے کے بجائے اسے نرمی سے تھامتا کمرے میں موجود صوفے تک لے آیا. اسے کو بیٹھا کر چھوٹے چھوٹے لقمے اسے

کھلانے لگا تھا۔وہ دو چار لقموں کے بعد نفی میں سر ہلانے لگی "نہیں بس "اس کے نفی میں سر ہلاتے سنجیدہ چہرے فکر مند آنکھوں سے ڈپٹا "ٹھیک ہے! ہم کہیں نہیں جا رہے "وہ بے بسی سے لب کاٹتے بھیگی آنکھوں سے بولی "مجھ سے نہیں کھایا جا رہا میرا دل بہت تیزی سے گھبرا ر رہا ہے بس مجھ بھائی کے پاس جانا ہے "....

وہ اب کی بار اپنے لہجے کو مناسب کرتے چند پل ٹھہر کر تردد سے بولا "بس یہ دودھ کا گلاس پی لو, پھر پکا چلیں گئیں "وہ ناچار مارے مجبوری اندر انڈیلا اور اس میں سے بھی آدھا گلاس دوبارہ اس کی طرف بڑھا دیا اور منت بھرے انداز میں بولی " چلیں "....

وہ سر ہلاتا سرخ آنکھوں سے اٹھا۔واشر وام سے ہاتھ دھوتا اور بیڈ سے بیگ اٹھاتا ساتھ اس کا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر نکل آیا۔زینے اترتا نیچے آگیا ساتھ بی اما کو آواز دی۔وہ اس کی آواز پر ایمان کی دوائیں لیے اس تک آئی اور اسے پکڑاتی بھیگے لہجے سے دعا دیتی ایمان کے سر ہاتھ پھیرتی ان کو الوداع کیا تھا....

وہ دونوں باہر نکلتے گاڑی میں آبیٹھے تھے. وقت کی رفتار کے ساتھ گاڑی بھی رفتار سے دوڑنے لگی تھی.

''

تاریخ تھی دو دسمبر. شہر تھا حیدر آباد. وقت تھا سپہر کے دو بجے کا لیکن دسمبر اپنے ساتھ سردی کی ایک نئی لہر لے کر آیا تھا جس کے سبب آج سورج کی موم ٹھنڈی ہوئی تھی. ہارون ہوم میں آؤ تو وہ تینوں کچن میں موجود ناشتا تیار کرنے میں لگے تھے. سلیپ پر ایک آملیٹ اور ایک فرائی انڈا پلیٹ میں تیار شدہ پڑا تھا. زرہ نے ہاتھ میں پکڑے انڈے پر چھری ماری تھی اور اس میں ہلکا سا کریک آتے اس نے انڈے گرم تیل میں ڈالا تھا. چند منٹ بعد شر شر کرتے انڈے کو توے سے اتار کر پلیٹ میں رکھا تھا. پلیٹس کوٹرے میں رکھتے کاؤنٹر ٹیبل تک آئی تھی جہاں وہ دونوں اپنے اپنے حصے کا سامان رکھے اس کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے. اس نے ایک ہاف فری انڈا زریاب کے سامنے رکھا. دوسرا زبور کے سامنے کیا. ٹوسٹ کے ساتھ آملیٹ کھانے لگی لیکن زبور

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نے پہلا نوالا منہ میں ڈالنے سے پہلے برے منہ کے ساتھ اسے دیکھا "یار بیا! آج پھر آپ نے ہاف فرائی کی جگہ فل فرائی کر دیا" اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اس انڈے کا کیا کرے اور اپنی بہن کا جو ہر بار ہاف فری کو فول فری کر دیتی ہے. خیر اب وہ بچاری کیا کرتی مجبوراً وہی انڈا کھانے لگی. وہ تینوں ناشتا کر رہے تھے کہ اجالا بیگم کچن میں داخل ہوئی اور ان کو دیکھتے تنبیہ کیا "تم تینوں ناشتا کر کے اپنا اپنا کمرا سمیٹ لو رقیہ باجی آرہی ہیں" زرہ نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا لیکن ان دونوں نے سر تک ہلانے کی زحمت نہیں کی. بس ان کی حرکت پر اجالا بیگم کا پارہ ایک دم چڑھا تھا "تم دونوں شرافت سے اپنے کمرے صاف کر لو ورنہ تمہاری پھوپھو کو تم دونوں کے تیکے کھلاؤں گئی" زبور اپنی ماں کو تنگ کرنے کے لیے بولی "ماما یہ شرافت بھائی کون ہیں؟" انہوں نے افسوس سے تیوار جھڑاے "بیٹا جی ابھی میرے دو ہاتھ لگے نہ تو"....

زبور نے اجالا بیگم کو جملا بھی مکمل نہیں کرنے دیا تھا اور پہلے ہی لائن پر آ گئی تھی "نہ نا!! میری پیاری امی خفا کیوں ہوتی ہیں. میں بس ابھی کر دیتی ہوں. اگر اور کوئی کام ہے تو وہ بھی بتا دیں"

"بس بیٹا جی آپ یہی کر دو تو بہت احسان ہو گا" وہ اسے جواب دیتی اب زریاب کی طرف دیکھ رہی تھیں....

زریاب اپنی پلیٹ کو واش بیسن میں رکھتا ان تک آیا. محبت سے دونوں کاندھوں کو تھامے بولا "مائے ڈیر لیڈی ! آج تک, آپ نے کچھ کہا ہو اور آپ کے اس بیٹے نے نہ مانا ہو ایسا ہو سکتا ہے بھلا؟" وہ کچن سے چلے گیا. اس کے پیچھے زرہ بھی چلے گئی.

وفا بیگم امابی (کام کرنے والی) کو سبزیاں کاٹنے کے لیے دے کر مڑی تو زبور پر نظر آ رکی جو کھانا کھاتے فون پر کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھی "بیٹا جی اس فون منحوس مارے کے بغیر کھانا نہیں کھایا جاتا کیا؟ وہ بھی تو تمہارے بہن بھائی ہیں کتنے لائق اور فرمانبردار"....

وہ کھانے کھاتے منہ میں بڑبڑائی "ہائے! کون کہتا ہے کہ چھوٹے بہن بھائی لاڈلے ہوتے ہیں. یہاں تو ماں باپ کی ڈانٹ کے ساتھ بہن بھائیوں کی ڈانٹ بھی بونس میں ملتی ہے" نقلی آنسو پونچھتی بغیر اثر لیے ترکش ڈارمہ دیکھتی بچا ہوا کھانے لگی....

تقریباً گھنٹے بعد ان کے گھر کا نقش ہی الٹ گیا تھا. ہر چیز اپنی ترتیب میں آگئی تھی. شو پیس (کانچ, پلاسٹک, پتھر اور لکڑی کے بنے) مزید چمکنے لگے تھے.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زریاب زینوں کے گرد لگی ریلنگ پر گلاس کلینز (اسپرے) کرتا صاف کر رہا تھا. تبھی برج میں گاڑی کا ہارن بجا تھا. زریاب دو دو زینے ایک ساتھ

چڑھتا اپنی کمرے کی اور بھاگا تھا. زبور کچن سے دوڑتی اپنے کمرے کو بھاگی تھی. تاکہ اپنا حلیہ درست کر سکے.

پونے چار بجے کے قریب وہ سب لاؤنج میں موجود خوبصورت سی عورت کے گرد بیٹھے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ یقیناً وہ رقیہ بیگم ہی تھی ان کے نین نقش، رنگت، بات کرنے کا اسٹائل دانیال سے مشابہت رکھتا تھا۔

ان میں موجود اجالا بیگم جو کچھ دیر قبل والے لباس سے مختلف لباس زیب تن کیے باوقار سی اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھیں یا شاید کسی چیز کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

رقیہ بیگم کو جواب دیا "جی باجی! ہارون کچھ دیر تک آجائیں گے"

رقیہ بیگم دوبارہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں میں مصروف ہو گئیں۔

وہ ان کی باتوں پر مصنوعی سا مسکرا دیتی لیکن اپنی بیٹی کو دیکھتے بے چین سی ہوئی تھی۔ ان کی فکر میں اضافہ ہوا تھا آخر تھی تو وہ ماں نا جن کو بہت اچھے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کون سا بچہ خوش ہے، کون سا غمگیں ہے، کون سا اُداس ہے، کون سا پریشان ہے

غرض یہ کہ کون سا کس احساس میں مبتلا ہے.... کیونکہ وہ ایک ماں ہوتی ہیں....

ایسے وقت گزرتا گیا. پانچ بجے کے قریب ہارون صاحب کے آتے ان سب نے چائے اور دیگر لوازمات سے خاطر تواضع کی. رقیہ بیگم کچھ دیر اور بیٹھی رہیں لیکن اسرار کرنے کے باوجود رات کا کھانا کھائے بغیر چلی گئیں. زریاب اور ہارون صاحب انہیں گھر چھوڑنے کے لیے ساتھ چلے گئے....

زبور, زرہ بھی ان کے جاتے اپنے کمرے میں چلیں گئیں کیونکہ انہیں آج جانے کی بیکنگ کرنی تھی. اجالا بیگم بھی اپنے کمرے میں چلی آئی. پھر کچھ دیر میں مغرب کی نماز ادا کر کے. آخر زرہ کے کمرے میں دستک دیتی داخل ہوئی. وہ گول سے انداز میں ڈوپٹہ اپنے گرد باندھے بیڈ کے کنارے پر بیٹھی کچھ کپڑوں کی تہہ لگا رہی تھی. اپنی ماں کو دیکھتے بلکل مدھم سہ مسکرائی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ میں بھی ایک افسردگی سی تھی. اجالا بیگم کے دل کو کچھ ہوا تھا. وہ جانتی تھی. ان کی یہ اولاد بہت احساس ہے. چاہے وہ باہر سے کتنی بھی بہادر ہے, بے خوف ہے لیکن اندر سے اتنی ہی احساس طبعیت کی حامل ہے. وہ بس اسے دیکھتی اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں. ان کو اپنے پاس

بیٹھا دیکھ کر وہ کپڑے سائیڈ پر رکھتی ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی. وہ اب اس کے سر کو آہستہ تھپتھپا رہی تھی. انہوں نے کچھ نہیں پوچھا کیونکہ وہ جانتی تھیں ابھی صرف اسے ماں کی ممتا کی ضرورت تھی....

ان سے چند قدم کے فاصلے پر بیرونی دروازے کے پار زبور زرہ سے کچھ پوچھنے آئی تھی لیکن نیم کھلے دروازے سے دیکھتے دوبارہ مڑ گئی تھی وہ اپنی بہن کو جانتی اور اپنی ماں کو بھی....

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے افسوس سے سوچا تھا: آخر کیوں؟ آج کل کے ٹین ایجر زبچے اپنے والدین کو ٹوکزک (toxic), سیلفش (selfish) جیسے الفاظ کہنے سے پہلے کیوں نہیں سوچتے آخر کیوں؟ اس لیے کہ وہ انہیں تھوڑا ڈانٹ لیتے ہیں یا کسی غلط کام پر ایک آدھا تھپڑ لگا دیتے ہیں یا پھر کسی کام سے روکتے ہیں. بس اس لیے؟ لیکن کیوں وہ یہ نہیں سوچتے یہی وہ ہی والدین ہیں جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہمارے بیماری میں مبتلا وجود کو دوائی دیتے تھے بغیر سردی گرمی کی فکر کیے. ساری رات دیکھ بھال کرتے تھے. بس یہ نہیں اپنی ساری زندگی اپنے بچوں پر وقف کر دیتے ہے لیکن نتیجۃً بچہ یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ

ٹوکزک(toxic)ہیں....اور انہیں فور گرانٹڈ

(for granted)

لے لیتے ہیں...آخر کیوں....

وہ افسوس کرتی اپنے کمرے میں آگئی....

سیکنڈ منٹ میں, رات دن میں بدلے تھے کہ دو دن

خوبصورت یادوں میں تبدیل ہو گئے تھے. آج ایک اور دن ڈھل گیا تھا گہرے سرمئی

رات میں روشنیوں کے شہر کراچی کا ایرپورٹ رات کے اس پہر بھی پورے آب و تاب

سے چمک رہا تھا.

وہ چاروں انٹر نیشنل ٹرمینل کے سامنے کھڑے چاروں والدین سے ملتے اپنی ٹرالی کھینچتے

نیم اداس سے اندر کی اور بڑھ گئے تھے. ہاتھ ہلاتے افسردہ لہجوں میں الوداع کہتے. ایک

نئے سفر پر نئی منزل کی تلاش میں نئے راستوں کو پار کرنے کی جستجو لیے....

''

جاری ہے

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پر اپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کرواناچاہیں تواردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کااستعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندراندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کااستعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews